۲۔ وحیدالزماں قاسمی کیرانوی، مولانا، مؤلف: القاموس الوحید، لاہور/ کراچی: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء، ص:۵۵۸

۳۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات۔ تدوینِ متن، مشمولہ: تحقیق نامہ مجلّہ شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص:۱۰۹

۴۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، متنی تنقید، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۶ء، ص:۲۲

۵۔ ایضاً، ص:۲۳

۶۔ ایضاً، ص:۲۷

۷۔ رشید حسن خاں، منشائے مصنف کا تعین، مشمولہ: تحقیق شناسی، مرتبہ: رفاقت علی شاہد، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ص:۲۱۸

۸۔ محمد حسن، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے مسائل، مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق، جلد دوم، مرتبہ: ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد: ورڈ ویژن پبلشرز، ص:۱۲۹

۹۔ عبدالرزاق قریشی، ڈاکٹر، مبادیاتِ تحقیق، بمبئی: ادبی پبلشرز، ۱۹۶۸ء، ص:۷۸۔۷۷

۱۰۔ انصاراللہ نظر، ڈاکٹر، تدوین کے اصول و مدارج، مشمولہ: تحقیق شناسی، محولہ بالا، ص:۱۸۴

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۸۵

۱۲۔ جین، گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع سوم، ۲۰۰۳ء، ص:۳۹۷

۱۳۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات۔ تدوینِ متن، محولہ بالا، ص:۱۰۹

۱۴۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، متنی تنقید، ص:۳۱۔۳۰

۱۵۔ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق۔ مسائل اور تجزیہ، لاہور: نیو ایج پبلشرز، ۱۹۹۸ء، ص:۱۱۰۔۱۰۹

۱۶۔ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق۔ مسائل اور تجزیہ، ص:۸۹

☆......☆......☆

یوسفی کے مضمون ''سیزر، ماتا ہری اور مرزا'' میں مشاہیر کا تذکرہ

شہر بانو ظفر

Shehar Bano Zafar

M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

ڈاکٹر سعید احمد

Dr. Saeed Ahmad

Associate Professor, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

It is said that we are living in the 'Yousufi Era' of Urdu literary humour. Mushtaq Ahmad Yousufi is one of the most stylish, colourful and thought-provoking humourist of Urdu Literature. Yousufi's canvas of humour is vast and possesses many colours. There are numerous references of world literature alongwith a glaxy of stars of East and West. In this article some descriptions of the personalities mentioned in Yousufi's humours article "Caesar, Mata Hari aur Mirza" are given in detail.

یوسفی اُردو کے ذہین اور وسیع المطالعہ مزاح نگار ہیں۔ بلاشبہ رشید احمد صدیقی اُردو کے پہلے بڑے مزاح نگار تسلیم کیے جاتے ہیں لیکن ان کے دائرہ مزاح کا مرکزی نقطہ علی گڑھ ہے اور اس مخصوص مقامیت کے باعث ان کے مزاح کا دائرہ اثر محدود ہے اگرچہ رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری اُردو مزاح نگاری میں اپنا مخصوص رنگ ڈھنگ اور اسلوب رکھتے ہیں ۔فرحت اللہ بیگ مخصوص تہذیب کے پروردہ ہیں اور اس تہذیب کے شائقین و مدّاحین ان کے مزاح سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔ پطرس بخاری نے سب سے کم لکھا اور زیادہ شہرت پائی۔ پطرس کے مزاح پر انگریزی اثرات زیادہ نمایاں ہیں۔ انھوں نے انگریزی اسلوب کو اس انداز سے اپنایا کہ یہ ان کا خاص رنگ بن گیا۔ ملا رموزی، شوکت تھانوی، عظیم بیگ چغتائی، ابن انشا، ابراہیم جلیس، محمد خالد اختر، کرنل محمد خان، شفیق الرحمٰن ، ڈاکٹر یونس بٹ، جیسے مزاح نگاروں نے خوب لکھا لیکن ان مزاح نگاروں کے ہاں وہ تنوّع اور تبحر علمی نہیں جو یوسفی کے مزاح کا خاصا ہے۔ بقول ڈاکٹر ظہیر فتح پوری:

''ہم اُردو مزاح کے ''عہدِ یوسفی'' میں جی رہے ہیں۔''(۱)

یوسفی نے گویا مغربی ادب گھول کر پی رکھا ہے۔ ان کے مزاح کو بدیسی مزاح کا بہترین نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

انگریزی مزاح پر ان کی گہری نظر ہے ان کی تحریروں میں جا بجا مارک ٹوین، اسٹیفن لی کاک، جارج مکیش، سٹیون سن، جوناتھن سوئفٹ، ولیم ہیزلٹ، جیروم کے جیروم، پی جی ووڈ ہاؤس اور دیگر مزاح نگاروں کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔ یوسفی انگریزی ادب کے ساتھ ساتھ عالمی ادب پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے مزاح میں گوئٹے، دانتے، ورجل، سارتر، گوگول، چاسر اور بے شمار عالمی مشاہیر کی کہکشاں نظر آتی ہے۔ وہ مشرقی ادبیات پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں بالخصوص فارسی اور ہندی ادب پر عمیق نظر ہے اور کہیں کہیں عربی حوالے بھی نظر آتے ہیں۔ اُردو ادب کے قارئین بالعموم ان تمام مشاہیر ادب سے واقفیت نہیں رکھتے۔ یوسفی کے مزاح کی تفہیم و تشریح کے لیے اور یوسفی نے ان مشاہیر کا تذکرہ کس سیاق و سباق میں کیا ہے، یہ جاننے کے لیے ان مشاہیر کے کوائف سے آگاہی از بس ضروری ہے۔ راقمہ نے ''مشتاق احمد یوسفی کے مزاح میں مشرق و مغرب کے مشاہیر کا تذکرہ'' پر ایم۔فل کا تحقیقی مقالہ رقم کیا ہے۔ زیرِ نظر مضمون اسی مقالہ سے مقتبس ہے۔

''خاکم بدہن'' مشتاق احمد یوسفی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے۔ خاکوں اور مزاحیوں پر مشتمل یہ مجموعہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب پر یوسفی کو آدم جی ادبی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ''خاکم بدہن'' کے ایک مضمون ''سیزر، ماتاہری اور مرزا'' میں مذکور چند مشاہیر کے کوائف پیشِ خدمت ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''فائدہ یہ تھا کہ آخر کو یہ ایک انگریز کا کتا تھا، اور یہ کون نہیں جانتا کہ ہمارے ہاں ان پڑھ سے ان پڑھ آدمی بھی اپنے کتے کا نام انگریزی رکھتا ہے اور انگریزی ہی میں اُس سے بات چیت اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے، چنانچہ ہم نے اشارۃً توجہ دلائی کہ اس کی وجہ سے بچوں کو انگریزی بولنا آجائے گی۔ یہ سنتے ہی بیگم نے کتے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور زنجیر ایسے فیصلہ کن جھٹکے کے ساتھ ہمارے ہاتھ سے چھین لی، جیسے لیڈی میکبتھ نے میکبتھ کے ہاتھوں سے خنجر چھینا تھا:
>
> Infirm of Purposal
>
> Give me the dagger.....
>
> یادش بخیر! اس ڈراپ سین سے کوئی بیس سال اُدھر جب آتش جوان بلکہ نوجوان تھا، اُس نے نیلی آنکھوں، بھری بھری ٹانگوں اور ''بلونڈ'' بالوں والی میم کو باغ میں اپنے جیبی سائز کے ''پومرینین'' کتے کو بھینچ بھینچ کر پیار کرتے دیکھا تھا۔ تھا بھی ظالم اسی قابل، گول مٹول، جھبرا، سفید گالا سے بالوں سے سارا جسم اس بُری طرح ڈھکا ہوا تھا کہ جب تک چلنا شروع نہ کرے یہ بتانا مشکل تھا کہ منہ کس طرف ہے۔''

لیڈی میکبتھ

لیڈی میکبتھ (Lady Macbeth) ولیم شیکسپیئر کے المیہ ڈرامے ''میکبتھ'' کا مرکزی کردار ہے۔ میکبتھ (Macbeth) جو کہ اس ڈرامے کا ہیرو ہے۔ لیڈی میکبتھ اس کی بیوی ہے۔ ڈراما ''میکبتھ'' (Macbeth) ولیم شیکسپیئر نے ۱۶۰۶ء۔۱۵۹۹ء کے درمیان لکھا۔''(۲)

آتش، خواجہ حیدر علی (۱۸۴۷ء۔۱۷۷۸ء)

آتش کا شمار لکھنؤ کے اہم ترین شعرا میں ہوتا ہے۔ لکھنؤ میں صرف ناسخ ان کے ہم پلہ شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ اس دور کو آتش و ناسخ کا دور کہتے ہیں۔ آتش ہمیشہ درباروں اور امیروں سے دور رہے۔ نہایت درویش مزاج اور سپاہیانہ وضع کے تھے۔ آتش کے کردار میں جو بانک پن اور گرمی تھی وہی ان کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔ آتش نے اپنے تخلص سے برجستہ مضامین پیدا کیے ہیں۔ آتش و ناسخ کی معاصرانہ چشمک بھی تاریخ ادب کا ایک دلچسپ باب ہے۔ آتش کے سیکڑوں اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ''سیزر، ماتاہری اور مرزا'' سے اقتباس:

> ''کتا پالنے کی حسرت کا اظہار ہم نے بار بار مرزا کے سامنے کیا، مگر وہ کتے کا نام آتے ہی کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ کہتے ہیں ''ہٹاؤ بھی! واہیات جانور ہے۔ بالکل بے مصرف۔ کتے کی تخلیق کا واحد مقصد یہ تھا کہ پطرس اس پر ایک لاجواب مضمون لکھے۔ سو یہ مقصد، عرصہ ہوا، پورا ہو چکا ہے اور اب اس نسل کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔'' وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ نسل ناپید ہو بھی گئی تو اُردو طنز نگاروں سے نام چلتا رہے گا۔''

پطرس (۱۹۵۸ء۔۱۸۹۸ء)

احمد شاہ بخاری سید اسداللہ شاہ بخاری کے ہاں پشاور میں پیدا ہوئے، انھوں نے ''پطرس'' کا قلمی نام سب سے پہلے رسالہ ''کہکشاں کے ایک سلسلہ مضامین ''یونانی حکما اور ان کے خیالات'' کے لیے استعمال کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور داخلہ لیا اور ایم۔اے انگریزی میں اوّل ٹھہرے۔ بعدازاں انگریزی ادب میں اعلیٰ ترین سند کے لیے کیمبرج یونیورسٹی کا انتخاب کیا اور انگریزی ادب میں TRIPOS کی سند اوّل درجے میں حاصل کی۔ وطن واپسی پر گورنمنٹ کالج کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

پطرس نے اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔ اقوامِ متحدہ میں انڈر سیکرٹری انچارج پبلک انفارمیشن کے طور پر فائز رہے۔ شعبہ اطلاعات اقوامِ متحدہ کے ڈپٹی سیکرٹری بھی رہے۔ ایوانِ ادب کے پطرس بخاری، میدانِ تعلیم کے پروفیسر بخاری، جہانِ نشریات کے بڑے بخاری، دیوانِ سفارت کے ایمبیسڈر بخاری، اقوام متحدہ کے پروفیسر اے ایس بخاری ہر لحاظ سے منفرد تھے، انھوں نے متعدد تراجم کیے جن میں آر ایل اسٹیونسن کے افسانے مارخم، فرانسیسی مصنف ربیلے کے ڈراما ''گونگی جورو'' کے نام سے ''صید و صیاد از فرانسہ، تائیس'' از اناطول فرانس نوعِ انسانی کی کہانی از ہینڈرک فان لون کے تراجم قابلِ ذکر ہیں۔ متعدد تحریروں کے علاوہ ''مضامینِ پطرس'' اہم تخلیقات میں شامل ہیں۔ بخاری نے نیویارک میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہیں۔ (۳)

''سیزر، ماتاہری اور مرزا'' سے اقتباس:

> ''تم چاہو، تو میرا کتا بطور یادگار رکھ سکتے ہو۔ امپورٹڈ السیشن ہے۔ تیرہ ماہ کا۔ 'سیزر' کہہ کر پکارو تو دُم ہلاتا ہے۔''

جولیس سیزر (۱۰۰ق م۔۴۴ق م)

گائس جولیس سیزر (Gaius Julius Caesar) اٹلی کے دارالحکومت روم میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق روم کے طبقہ اُمرا سے تعلق رکھنے والے سیاسی خاندان سے تھا۔ جولیس سیزر بہت جلد اپنے اثر ورسوخ سے روم کے تین صوبوں کا گورنر مقرر ہوا۔ ۵۸ ق م کے دوران سیزر نے اپنی قلیل فوج کے ساتھ مغربی یورپ کو فتح کر لیا۔ یہاں تک کہ ۵۱ ق م تک جولیس سیزر نے فرانس، بیلجیم، ہالینڈ، جرمنی اور سوئٹزر لینڈ کے علاقوں کو فتح کر کے رومن سلطنت میں شامل کر لیا۔ مغربی یورپ کی فتح نے سیزر کو ہیرو بنا دیا۔ اس نے اپنی کتاب "De Bello Galico" میں سلطنت روم کے نظم ونسق میں اپنی حکومت کے کردار اور فتوحات کو بیان کیا ہے۔ جولیس سیزر نہ صرف ایک عظیم جرنیل اور فاتح تھا بلکہ ایک صاحبِ اسلوب مصنف بھی تھا۔ سیزر کی تصانیف لاطینی نثری شاہکار سمجھی جاتی ہیں۔ جرمن شاہی خطاب ''قیصر'' اور روسی شاہی خطاب ''زار'' ایک ہی لفظ سیزر سے ماخوذ ہیں۔ سیزر کو اس کی عیاش طبع کے باعث ڈان یوان بھی کہا جاتا ہے۔ سیزر کا سب سے مشہور معاشقہ قلوپطرہ سے تھا۔ سیزر نہ صرف عورتوں کا دلدادہ تھا بلکہ مردوں سے ہم جنسی تعلقات رکھتا تھا۔ سیزر کو ۴۴ ق م میں مجلس قانون ساز کے اجلاس میں قتل کر دیا گیا۔ (۴)

''سیزر، ماتا ہری اور مرزا'' سے اقتباس:

> ''ہم سے چار گھر دُور مسٹر غلجی بیرسٹر رہتے تھے۔ ان کے والد مرحوم نے چند نایاب کتے ترکے میں چھوڑے تھے۔۔۔ انھی میں ایک دوغلی سی کتیا تھی (جس کے متعلق ان کا فخریہ دعویٰ تھا کہ اس کی نانی جوزیفین کے تعلقات راسپوٹن سے رہ چکے تھے، جو ایک امپورٹڈ ''گریٹ ڈین'' کتا تھا۔ نیز یہ کہ وہ شملہ سول اینڈ ملٹری کینل سے اس وارداتِ قلبی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہیں، جو اُن کے سونے کے کمرے میں آج بھی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشتا ہے) نام ماتا ہری رکھ چھوڑا تھا۔۔۔ جاڑے میں ماتا ہری فرنچ برانڈی کے دو چمچے غٹا غٹ پی کر ایرانی قالین پر اپنی مالکہ کی طرح اطالوی ریشم کی انگیا کی تہمت لگائے سوتے جاگتے پہرا دیتی تھی۔ صورتاً بھیڑیا اور سیرتاً بھیڑ۔۔۔ بقرعید کی رات کو محلے کے قصائی کے ساتھ بھاگ گئی اور تین شب بعد مٹکتی مٹکاتی لوٹی بھی تو اس طنطنے سے کہ ایک درجن رُفقائے حیات جلو میں۔ چال جیسے قرۃ العین حیدر کی کہانی۔۔۔ پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھتی ہوئی۔۔۔ مگر ایمان کی بات یہ ہے کہ چوکیداری کے لیے چنداں بُری نہ تھی کہ اپنی عزت آبرو کے علاوہ ہر چیز کی بخوبی حفاظت کر سکتی تھی۔''

راسپوٹین (۱۹۱۶ء۔۱۸۷۱ء)

گریگری یفی مووچ راسپوٹین (Rasputin) روس کا ایک ریاکار ادیب تھا۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۶ء تک روس پر عملاً اس کی حکومت تھی۔ اس نے اپنے ٹونے ٹوٹکوں سے ولی عہد الیکس کو، میلانِ خون کے مرض سے نجات دلائی جس کے بعد اسے زار کے دربار میں رسوخ حاصل ہوا۔ بالخصوص زارینہ اس کی بہت معتقد تھی۔ اسی کی سفارش پر راسپوٹین کو چرچ کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ راسپوٹین کو ۱۹۱۶ء میں قتل کر دیا گیا۔

تاریخِ عالم کا انسائیکلو پیڈیا میں لکھا: ''راسپوٹین روس کا درباری سازشی ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوا، ۱۹۱۶ء میں رقیبانہ قتل کا شکار ہوا۔(۵)

جوزیفین (۱۸۱۴ء۔۱۷۶۳ء)

جوزیفین نپولین بونا پارٹ کی ملکہ تھی۔اس نے ۱۷۷۹ء میں ایک فرانسیسی نواب سے شادی کی جس کو انقلابِ فرانس کے دوران قتل کر دیا گیا تھا۔اس سے ایک بیٹا اور بیٹی تھی۔۱۷۹۶ء میں نپولین سے شادی کی۔۱۸۰۴ء میں نپولین کے شہنشاہ بننے پر روس کی ملکہ بنی۔۱۸۰۹ء میں نپولین نے جوزیفین کو طلاق دے دی۔(۶)

ماتا ہری (۱۹۱۷ء۔۱۸۷۶ء)

ماتا ہری کا اصل نام مارگریٹا زیلی میکلوڈ تھا۔ وہ ڈچ طوائف اور پہلی عالمی جنگ کے دوران مبینہ جاسوسہ تھی۔ ۱۸۷۶ء میں لیووارڈن ہالینڈ میں پیدا ہوئی۔اٹھارہ برس کی عمر میں اس نے ڈچ آرمی میں ایک کیپٹن سے شادی کی اور کچھ عرصہ جاوا کے جزیرے پر گزارا اور چند سال بعد طلاق لے لی۔یورپ واپسی پر وہ پیرس میں مقیم ہوئی اور ۱۹۰۰ء کے بعد نجی محفلوں میں شہوت خیز رقص پیش کرنے لگی۔اب اس نے ماتا ہری کا نام مبینہ طور پر اختیار کر لیا۔مبینہ طور پر ۱۹۰۷ء میں وہ جرمنی کے لیے جاسوسی کرنے لگی۔

''انسانی تاریخ کے بُرے لوگ'' میں لکھا ہے: ''جاسوسی کے فن میں اس کا سب سے بڑا ہتھیار اس کا جسم تھا۔نسوانی بے باکی تو گویا ماتا ہری میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔''

تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ وہ بیک وقت فرانس اور جرمنی کی خفیہ سروسز کے لیے کام کرتی رہی۔ یہ راز بہت دیر بعد کھلا کہ وہ ڈبل پلے رول پر دونوں ملکوں کی محسن اور دُشمن ہے۔اتحادی افواج کے اعلیٰ افسروں کے ساتھ معاشقوں کی بدولت وہ اہم عسکری معلومات حاصل کرنے کے قابل ہوئی۔اس پر جاسوسی کے الزام میں مقدمہ چلا اور فرانسیسیوں نے اکتوبر ۱۹۱۷ء میں اسے سزائے موت دی۔(۷)

عبیداللہ بیگ کے خوب صورت ناول ''راجپوت'' میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔عالمی شہرت یافتہ ناول نگار پائلو کوئیلھو نے بھی ''ماتا ہری'' کے عنوان سے ایک ناول لکھا ہے۔ماتا ہری کی زندگی پر ہالی وڈ میں ایک فلم بھی بن چکی ہے۔

قرۃ العین حیدر (۲۰۰۷ء۔۱۹۲۶ء)

مشہور اُردو ادیبہ، ناول نگار اور افسانہ نویس قرۃ العین حیدر (عینی آپا) کے والد سجاد حیدر یلدرم اپنے زمانے کے اہم لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔

قرۃ العین نے انگریزی ادبیات میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۴۶ء میں افسانوں کا مجموعہ ''ستاروں سے آگے'' شائع ہوا۔۱۹۴۹ء میں پہلا ناول ''میرے بھی صنم خانے'' شائع ہوا۔ان کے ناول ''آگ کا دریا'' کو اُردو میں کلاسیک کا درجہ حاصل ہے۔''کارِ جہاں دراز ہے'' اُن کی خودنوشت سوانح عمری ہے۔ان کا شمار زود نویس قلم کاروں میں ہوتا تھا۔انھوں نے افسانوی مجموعوں، ناولوں، ناولٹوں کے علاوہ عالمی اہمیت کی بعض کتابوں کے اُردو تراجم بھی کیے۔

ان کے ناول ''آخرِ شب کے ہمسفر'' کو ۱۹۸۹ء میں بھارت کا سب سے بڑا ادبی اعزاز ''گیان پیٹھ'' دیا گیا جب کہ

بھارتی حکومت نے قرۃ العین کو ۱۹۸۵ء میں ''پدم شری'' اور ۲۰۰۵ء میں ''پدم بھوشن'' جیسے ایوارڈ سے نوازا۔(۸)

''سیزر، ماتا ہری اور مرزا'' سے اقتباس:

''وہ تنہا رہ گیا۔ بالکل تنہا و دل گرفتہ۔ نئی پود کے منہ زور کتوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تو درکنار، وہ ان نو دولتیے مالکوں پر بھونکنا بھی اپنے رُتبے کے منافی سمجھتا تھا، لیکن جس دن سے ماتا ہری کی جوان پھٹور بیٹی کلوپٹرا بھری دوپہر میں ایک حلوائی کے بے نام کتے کے ساتھ بھاگی، وہ ہفتوں اپنے ہم جنس کی آواز کو ترسنے لگا۔''

قلوپطرہ (پیدائش ۶۹ قبل مسیح۔وفات ۳۰ قبل مسیح)

قلوپطرہ (Cleopatra) نام کی کئی ملکائیں مصر میں مقدونیہ کے خاندان طولوم (Ptolemy) میں پیدا ہوئیں مگر سب سے مشہور قلوپطرہ ہفتم ہے جو طولوم یازدہم (Ptolemy XII) کی بیٹی تھی اور نہایت حسین و جمیل اور خوب صورت تھی۔ قلوپطرہ مقدوین (یونانی) نسل سے تعلق رکھتی تھی اور مقدونی شاہی خاندان کی آخری حکمران ملکہ تھی۔ خاندانی روایت کے مطابق ۱۷ سال کی عمر میں قلوپطرہ نے چھوٹے بھائی طولوم دوازدہم (Ptolemy XIII) سے شادی کی اور تخت پر بیٹھی۔ وہ اس کے ساتھ مشترکہ حکمران تھا۔

جولیس سیزر (سلطنت روما کا جرنیل) ایک زبردست فوجی مہم سے لوٹتے ہوئے فرعونِ مصر کے محل میں رُکا تھا۔ جولیس سیزر یہاں ملک تسخیر کرنے آیا تھا مگر یہاں وہ خود تسخیر ہو گیا اور قلوپطرہ کے شباب اور محبت میں گرفتار ہو گیا۔ قلوپطرہ کئی سال روم میں سیزر کے ساتھ زندگی کے لطف اٹھاتی رہی۔ ۴۴ ق م میں سیزر کو قتل کر دیا گیا تو قلوپطرہ مصر واپس آ گئی۔ سلطنت روما خانہ جنگی کے اختتام پر تین حصوں میں بٹ گئی۔ مشرقی حصہ ''مارک انطونی'' (Marc Antony) کے حصے میں آیا۔ انطونی قلوپطرہ سے محبت کرنے لگا۔ ادھر اٹلی میں اس کی بیوی فلویا نے اپنے بھائی لوسیس کے ساتھ مل کر آگسٹس سیزر کے خلاف بغاوت کر دی مگر شکست فاش ہوئی۔ آگسٹس کے خلاف انطونی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو انطونی نے خود پر تلوار کے وار کر کے خودکشی کر لی۔ ملکہ قلوپطرہ کو آگاہ کیا گیا کہ انطونی کی موت کے بعد آگسٹس سیزر اسے جلوس کی شکل میں لے جا کر اس کی نمائش کرنا چاہتا ہے۔ قلوپطرہ نے اس ذلت کی موت سے بچنے کے لیے ۳۰ قبل مسیح میں زہریلے سانپ سے ڈسوا کر خودکشی کر لی۔

یہ تھا اس جاہ پرست ملکہ کا انجام جس کے حسن کے افسانے دو ہزار سال سے دُہرائے جا رہے ہیں۔ مؤرخین اس رنگین مزاج ملکہ کو بطلیموسی خاندان کے خاتمے کی ذمہ دار قرار دیتے ہیں جس کے باعث مصر کی چار ہزار سالہ آزادی کا خاتمہ ہوا اور مصری غلام بن گئے۔ اقتدار کی ہوس میں مبتلا اس عورت نے اپنے خاندان کا صفایا کیا، مخالفین کو بے دریغ قتل کروایا، اپنے پُرکشش جسم کو طاقت کے حصول کے لیے ادنیٰ غلاموں سے لے کر رومی جرنیلوں تک کے سامنے ڈالا، اخلاق سوز تقریبات اور شرمناک جشن برپا کیے۔ آخر کار سانپ سے ڈسوا کر زندگی کا خاتمہ کیا۔ یہ وہی سانپ تھا جس کی شبیہ ملکہ مصر کی حیثیت سے اس کے تاج پر بنائی جاتی ہے۔(۹)

یوسفی کے اس ایک مضمون میں مذکور شخصیات کے اجمالی تعارف سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ یوسفی کے مزاج میں مشاہیرِ مشرق و مغرب کا تذکرہ بکثرت ہوا ہے۔ اس زاویے سے یوسفی کے مزاج کا مطالعہ فکر و نظر کے نئے دریچے وا کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ظہیر فتح پوری، ڈاکٹر، بیک فلیپ: خاکم بدہن، کراچی: گولڈن بلاکس، ۱۹۷۰ء

2. http:\\wikipedia.org

۳۔ عبدالحمید اعظمی، پطرس بخاری شخصیت اور فن (پاکستانی ادب کے معمار)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۲۰۰۶ء، ص:۵

4. http:\\wikipedia.org

۵۔ زاہد حسین، تاریخِ عالم کا انسائیکلو پیڈیا، لاہور: نگارشات پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص:۵۳۵

6. http:\\wikipedia.org

۷۔ یاسر جواد، عالمی انسائیکلو پیڈیا، جلد دوم، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۹ء، ص:۵۷۰

۸۔ زاہد حسین، عالمی شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، لاہور: نگارشات پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ص:۲۱۵

۹۔ خالد ارمان، انسانی تاریخ کے برے لوگ، لاہور: نگارشات پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ص:۱۰۱

☆......☆......☆